یونانی، فارسی، ہندی وغیرہ غیر زبانوں کا قدیم لٹریچر جس طرح عربی زبان کے دامن میں آکر مسلمانوں کے ہاتھوں زندۂ جاوید ہوگیا، اس کی مفصل تاریخ ۱۱۲ صفحوں میں موجود ہے۔ اس سے مسلمانوں کی علم دوستی اور غیر عربی علوم کے ساتھ غیر متعصبانہ رغبت و اعتناء کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔ یورپ کی ان افترا پردازیوں میں سے جنھیں اس کے متعصب دماغ نے گھڑ کر مسلمانوں کو بدنام کیا ہے، ایک کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا واقعہ بھی ہے۔ مولانا مرحوم نے اس سراپا غلط الزام کی پوری قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ اس مجموعہ میں سات مباحث ہیں اور ساتوں اسلامی تاریخ کی جان ہیں۔

جلد ہفتم میں فلسفیانہ مقالے ہیں۔ مسلمانوں کے متعلق یورپین ججوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ فلسفہ میں ارسطو کی گاڑی کے قلی تھے، فلسفۂ یونان کی کورانہ تقلید ان کے فلسفہ کا آخری زینہ ہے۔ مولانا نے تاریخی حقائق سے اس بے بنیاد ادّعا کی تردید کی ہے، اور بتایا ہے کہ مسلمانوں نے فلسفۂ یونان کو کس طرح محفوظ کیا؟ اس میں کیا اصلاح و ترمیم کی؟ اس پر کس قدر اضافے کئے؟ اس کے ساتھ انھوں نے خود یونانی منطق پر — جس کے ساتھ ہمارے علما اب تک چمٹے ہوئے ہیں — مجتہدانہ تنقید کرکے اس کی غلطیاں دکھائی ہیں، اور بتایا ہے کہ فلسفۂ اسلام، فلسفۂ یونان اور فلسفۂ جدیدہ کا درمیانی واسطہ ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ اسلامی فلسفہ ہی نے حکمتِ یونان کو ترقی کی منزلیں طے کراکے اس مقام تک پہنچایا جہاں سے فلسفۂ حال کی داغ بیل پڑی۔

فلسفہ کے مختلف ادوار و مدارج کے متعلق مصنف کا یہ ریمارک یہاں تک تو بالکل واقعیت پر مبنی ہے۔ لیکن اس کے بعد انھوں نے جو قدم اٹھایا ہے اس میں جگہ جگہ فلسفۂ یورپ کے مقابلہ میں اس ذہنی مرعوبیت کے آثار دکھائی دیتے ہیں جو انیسویں صدی کے آخر میں تمام مسلمانوں پر چھاگئی تھی۔ بلاشبہ یورپین فلسفہ کی ابتدا اسلامی فلسفہ کی دست نگر ہے مگر آج وہ اپنی انتہا کو پہنچ کر اسلام سے اسی قدر دور ہوچکا ہے جس قدر یونانی فلسفہ تھا، بلکہ اصول و مبادی کے لحاظ سے اس سے بھی زیادہ۔ حکمتِ جدیدہ

کا نقطۂ آغاز خدا کو نہ ماننے کی خواہش ہے جو بجائے خود کسی علمی استدلال پر مبنی نہیں ہے بلکہ ایک بگڑی ہوئی ذہنیت اور ایک بھٹکے ہوئے رجحان نفس پر مبنی ہے۔ معقولات خالصہ ہوں یا نظری سائنس، دونوں کی بنیاد یہی چیز ہے، اور اسی خشتِ اوّل کی کجی نے ثریا تک اس دیوار کو کج کرکے رکھدیا ہے۔ ڈارون کی تھیوری بھی جس کی مصنف نے دبی زبان سے تائید کی ہے دراصل اسی بنیاد پر مبنی ہے۔ اس نے آثار کائنات کا مشاہدہ اس مفروضہ کے ساتھ کیا کہ اس نظام کا کوئی بنانے اور چلانے والا نہیں ہے، اور پھر اس خواہش کے ساتھ تحقیق شروع کی کہ ایک صانع حکیم کے بغیر اس نظام کے چلنے کا معمہ حل کیا جائے، لہٰذا تمام علمی حقائق (SCIENTIFIC FACTS) جو اس کے سامنے آئے ان کو اس نے اس طور پر مرتب کر دیا کہ ان سے انواع کے خود بخود ایک نوع سے دوسری نوع میں تبدیل ہونے اور ترقی کرنے کا نتیجہ برآمد ہو۔ یہ نتیجہ بجائے خود علمی حقیقت نہیں ہے، بلکہ حقائق کی اس ترتیب سے پیدا ہوتا ہے جو خدا کو نہ ماننے کی مجرد خواہش پر مبنی ہے۔ مولانا مرحوم نے ڈارون کی تھیوری کو محض ارتقاء کی تھیوری سمجھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ حکمائے اسلام بھی اس کے قائل تھے۔ مگر شاید یہ بات مرحوم کے علم میں نہ آئی کہ ڈارون کا اصلی کام نفس ارتقاء کا اثبات نہیں ہے بلکہ اس امر کا ادعا ہے کہ تنازع للبقاء اور انتخاب طبیعی اور بقائے اصلح کے قوانین کے تحت انواع خود بخود ایک دوسرے میں تبدیل ہوتی اور ترقی کرتی ہیں۔ حکمائے اسلام میں سے اس چیز کا نہ کوئی قائل ہوا، نہ کسی خدا پرست کا ذہن اس نظریہ کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ اور نہ خود ڈارون اس کو علمی حقیقت ثابت کر سکا ہے۔ وہ جو کچھ علمی طور پر ثابت کر سکا ہے وہ صرف یہ ہے کہ عالم طبیعی میں یہ قوانین کام کر رہے ہیں، اور یہ کہ انواع میں ترتیب صعودی پائی جاتی ہے۔ رہا یہ کہ ان قوانین کے تحت نوع سافل سے نوع عالی کی طرف خود بخود صعود ہوتا ہے، تو یہ مجرد قیاس ہے۔ سائنٹفک حقیقت ثابت نہیں ہو سکا۔

قادیانی مذہب | تالیف جناب سلاح الدین محمد الیاس صاحب برنی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی علیگ ناظم سررشتہ تالیف و ترجمہ حیدرآباد۔ ضخامت ۰۰۔۱۱ صفحات، قیمت ۳ؐ، ملنے کا پتہ:۔ تاج کمپنی لاہور۔

ناظرین ترجمان القرآن اس کتاب کے نام سے ناواقف نہیں ہیں۔ ہم اس کے گذشتہ اڈیشنوں پر برابر تبصرہ کرتے رہے ہیں۔ اب اسی کتاب کا پانچواں اڈیشن شائع ہوا ہے جس میں کثرت سے نئے مباحث اور حوالجات اضافہ کئے گئے ہیں۔ اور ان تمام قادیانی کتابوں کا جواب دے دیا گیا ہے جو اس کتاب کے سابقہ اڈیشنوں کے رد میں شائع کی گئی ہیں۔ کتاب کی جامعیت، ترتیب کی خوبی، طرز بیان کی شگفتگی اور طریقۂ افہام و تفہیم کی جدت کا صحیح اندازہ پڑھنے ہی پر موقوف ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں قادیانیت اور بانی قادیانیت کا ایک ایک خط و خال بے حجاب نظر آتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے، مرزا صاحب اور ان کے اصحاب کی زبان ہی سے کہا گیا ہے۔ یعنی قادیانیت کی کہانی خود اپنی زبانی ہے۔ قادیانیت گو اپنی موت آپ مر رہی ہے، پھر بھی ضرورت ہے کہ بے خبر مسلمانوں میں یہ کتاب کثرت سے پہنچے، اور لوگ اس فتنہ سے پرحذر رہیں۔ ہم خود اس فرقہ کے حق طلب طبقہ کی خدمت میں بھی مخلصانہ عرض کرتے ہیں کہ تعصب سے بالاتر ہو کر اس کتاب کو پڑھے کہ شاید یتذکر او یخشیٰ۔

قادیانی قول و فعل | تالیف جناب پروفیسر سلاح الدین محمد الیاس صاحب برنی۔ ضخامت ۳۹۲ صفحات۔ قیمت ۱۲؍ ملنے کا پتہ:۔ تاج کمپنی لاہور۔

اس کتاب کو کتاب "قادیانیت" کا تتمہ یا تشریحی خلاصہ کہنا چاہئے جو قادیانی مذہب" کے جواب "بشارت احمد" کی تنقیح کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب بھی اسی متانت، جامعیت اور تحقیق کی حامل ہے جس کی مولف سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اس میں ان تمام عذرات اور بیجا تاویلات کا تشفی بخش جواب دے دیا گیا ہے جنھیں جناب بشارت احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب میں پیش کیا تھا۔ قادیانی تحریک کی تدریجی قلابازیاں، قادیانی قول و فعل کی مبہم اور مغالطہ آمیز دورنگی، اور احمدیت کی اسلام کے خلاف خطرناک روش بلکہ سازش کا حال جن لوگوں کو نہ معلوم ہو وہ لوگ "قادیانی مذہب" کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا بھی مطالعہ کریں۔ ان دونوں کتابوں میں فاضل مؤلف نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا ہے کہ امت قادیان کے ہاتھوں

ہیں اس کا اعمال نامہ۔ کامل اور مکمل اعمالنامہ جسے اس نے اپنے ہی قلم سے مرتب کیا ہے ــــ دیدیا ہے' اور صرف اتنی گذارش کی ہے کہ اِقۡرَاۡ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا۔ کیا قادیانی حضرات اس گذارش پر توجہ کریں گے ؟۔

ترجمان مرتبہ سید معین الدین صاحب ایم اے۔ ضخامت ۳۲ صفحات، شرح چندہ سالانہ ہے۔ ملنے کا پتہ:- انجمن اتحادیہ مہاجرین بخارا و ترکستان گلی پہاڑی درزیاں، چتلی قبر، دہلی۔

روسی مظالم سے تنگ آکر بخارا و ترکستان کے مسلمان دنیا کے مختلف ممالک میں ہجرت کر رہے ہیں۔ اب تک تقریباً پچاس لاکھ مہاجرین اپنی متاع ایمان کی خاطر اپنے وطن کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک قافلہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۷ء سے ہندوستان بھی آیا ہوا ہے۔ دہلی میں ان مہاجرین نے اپنی تنظیم کے لئے "انجمن اتحادیہ" کی بنا ڈالی ہے یہ ماہنامہ اسی انجمن کا آرگن ہے، جو چند ماہ سے نہایت کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے۔ بعض مفید علمی و اصلاحی مضامین کے علاوہ جو چیز خاص طور سے قابل توجہ ہے وہ اشتراکی روس کی ہلاکت آفرینیوں اور فرزندان توحید کی خانہ بربادیوں کا وہ دل دوز مرقع ہے جسے یہ ستم زدہ مہاجرین اپنے قلم سے کھینچ رہے ہیں۔ دردمند مسلمانوں کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اس رسالہ کی صدا زیادہ سے زیادہ کانوں تک پہنچائیں تاکہ ان فریب خوردوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جائے جو اشتراکی نظام کو دنیا کے لئے رحمت سمجھ رہے ہیں اور جنھیں سویٹ روس کا جہنم زار جنت نشان نظر آرہا ہے۔ اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے وہ جس نظام کی عدل پروری اور انسانیت نوازی کا دن رات قصیدہ پڑھا کرتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے اور جنھوں نے عملاً اسے دیکھا، بھگتا اور چکھا ہے وہ اس کا کیا حال بیان کرتے ہیں۔ توقع ہے کہ مسلمانان ہند اپنے مظلوم بھائیوں کے تجربہ اور مشاہدہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور اشتراکی زہر کو اسلامی تریاق سمجھنے کی خطرناک غلطی نہ کریں گے۔ اس رسالہ میں روسی اور اشتراکی نظام کے متعلق جو کچھ شائع ہو رہا ہے نہ تو وہ کوئی پروپگنڈا ہے اور نہ اختلافِ نظریات کا اثر ہے بلکہ یہ لوگ خود گھر کے